دینی مدارس کیا ہیں۔ان کی بات بھی ٹھنڈے دل سے سن لیجئے!

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

ملک کے دینی مدارس آج کل چاروں طرف سے نہ صرف تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں بلکہ ان کے خلاف یک طرفہ اعلانات اور کارروائیوں میں روز بروز شدت آرہی ہے۔ کسی بھی ادارے پر تنقید کوئی بری بات نہیں، اگر اس ادارے کو اچھی طرح دیکھ بھال کر اور اس کے نظام اور اغراض ومقاصد کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر اس پر تنقید کی جائے تو ایسی تنقید خیر مقدم کی مستحق ہے اور اس سے ادارے کو بہتر بنانے اور ترقی دینے میں مدد ملتی ہے لیکن اگر کوئی تنقید دور دور سے محض بدگمانیوں کی بنیاد پر کی جائے تو نہ صرف یہ کہ اس سے اصلاح حال میں کوئی مدد نہیں ملتی بلکہ وہ بسا اوقات محاذ آرائی کی شرانگیز فضا پیدا کر دیتی ہے اور اگر یہ تنقید ان سرکاری ذرائع کی طرف سے ہو جن کے ہاتھ میں اقتدار کی باگ ڈور ہے اور وہ اسے عملی کارروائیوں کی بنیاد بنانے لگیں تو ایسی تنقید ظلم وستم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دینی مدارس کی مظلومیت یہ ہے کہ آج کل وہ اسی دوسری قسم کی تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں جو ٹکسالی فقرے آج ہر نقاد کی زبان پر ہیں ان میں اکثر وہ ہیں جو ان مدارس کے مشاہدے اور معروضی تجزیہ پر نہیں بلکہ ان مفروضوں پر مبنی ہیں جو دور دور سے ذہن میں قائم کر لیے گئے ہیں اور انہیں ایک مسلّم حقیقت سمجھ کر دن رات ان کی تشہیر کی جارہی ہے۔ اس بات کی تصدیق بآسانی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ جو حضرات دینی مدارس کے بارے میں یہ چلتے ہوئے فقرے تکیہ کلام کی طرح بولتے رہتے ہیں کہ ”ان مدرسوں میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے“ ”ان مدرسوں میں عصری تعلیم بھی پڑھانے چاہئیں“، ”کیا وجہ ہے کہ ان مدرسوں سے سائنس دان پیدا نہیں ہوتے؟“ وغیرہ وغیرہ، ان سے یہ پوچھ کر دیکھ لیجیے کہ ”کیا آپ نے کوئی مدرسہ جا کر دیکھا ہے؟“ ”کیا آپ نے ان کے نصاب اور نظام کا جائزہ لیا ہے؟“ ”کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ کیا کیا مضامین کن درجوں میں پڑھاتے ہیں؟“ مجھے یقین ہے کہ ان میں سے اکثریت کا جواب نفی میں ہوگا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ بات کتنی منصفانہ اور کتنی وزن دار ہے؟

پروپیگنڈے کے اس نقار خانے میں جہاں فضا ایسی بنا دی گئی کہ ان دینی مدارس کی حمایت میں کچھ بولنا اپنے سر پر دقیانوسیت، رجعت پسندی، بلکہ دہشت گردی تک کا الزام لینے کے مترادف بن گیا ہے۔ میں آپ کو انصاف کے نام پر دعوت دیتا ہوں کہ براہ کرم ایک مرتبہ خود ان دینی مدارس کے نمائندوں کی بات بھی ٹھنڈے دل ودماغ سے سن لیجیے اور ان مدارس کی صورتحال ان کی زبانی معلوم کر کے اپنے ذاتی مشاہدے اس کی تصدیق کر لیجیے، اس کے بعد بیشک آپ جو تنقید

کریں، اصلاحی تجاویز پیش کریں وہ خیر مقدم کی مستحق ہوں گی۔

پہلے تو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دینی مدارس کیا ہیں؟ ہمارے ملک میں بڑی بھاری تعداد ایسے حضرات کی ہے جو مدارس سے واقف ہی نہیں ہیں، اور وہ ''دینی مدرسہ'' بس ان مکتبوں کو سمجھتے ہیں جو اکثر محلوں کی مسجدوں میں قرآن کریم یا حفظ پڑھانے کے لیے قائم ہیں۔ اگرچہ ہمارے ملک میں مدرسوں نے قرآن کریم کی تعلیم عام کرنے اور خواندگی کی شرح بڑھانے میں بڑی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے اور یہ دینی مدارس'' کے نظام کا ایک حصہ بھی ہیں لیکن ''دینی مدارس کے نام سے جو ادارے اس وقت موضوع بحث ہیں وہ یہ مکتب نہیں بلکہ وہ تعلیمی ادارے ہیں جو''عالم دین'' کی ڈگری کے لیے سولہ سالہ نصاب پڑھاتے ہیں۔ یہ دینی مدارس کسی نہ کسی ''وفاق'' یا ''تنظیم المدارس'' سے ملحق اور یہی وفاق جو ان کے لیے نصاب متعین کرتا اور مختلف مرحلوں کا امتحان لے کر انہیں سند جاری کرتا ہے۔

''وفاق'' کی طرف سے ان مدارس کا جو نصاب مقرر ہے، اس کے تحت مکتب کی تعلیم (یعنی قرآن کریم ناظرہ یا حفظ اور معمولی نوشت وخواند'' کے بعد تعلیم کا پہلا مرحلہ متوسطہ کہلاتا ہے جو میٹرک کے مساوی ہے۔ اس مرحلے میں طلبہ کو وہ تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں جو سرکاری اسکولوں میں رائج ہیں۔ ان میں اردو، انگریزی، حساب، جغرافیہ، تاریخ، مطالعہ پاکستان اور سائنس وغیرہ تمام مروجہ مضامین شامل ہیں۔ البتہ اس میں ان دینی معلومات کا اضافہ ہے جو ایک مسلمان کے لیے ضروری ہیں، عام سرکاری اسکولوں یا پرائیوٹ اداروں میں اسلامیات کا جو برائے نام حصہ ہوتا ہے اس کے بجائے یہاں اچھے معیار کی دینی معلومات فراہم کی جاتی ہیں، نیز فارسی زبان سے بھی مناسبت پیدا کی جاتی ہے تا کہ طالب علم فارسی کے علمی اور ادبی ذخیرے سے استفادہ کی صلاحیت حاصل کر سکے۔ اس کے علاوہ بہت سے دینی مدارس اسی مرحلے میں کمپیوٹر کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ اس طرح جب طالب علم مرحلۂ متوسطہ سے فارغ ہوتا ہے تو وہ میٹرک کی سطح تک تمام عصری مضامین پڑھ چکا ہوتا ہے جو سیکولر تعلیمی اداروں میں میٹرک تک پڑھائے جاتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ اسلامیات اور فارسی زبان کی اضافی تعلیم بھی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔

اس مرحلۂ متوسطہ کے بعد ثانویہ، عالیہ اور عالمیہ کے تین مراحل ہیں جن کا بنیادی مقصد اسلامی علوم کی تعلیم ہے، ان میں عربی زبان، اس کے قواعد، عربی اور ادب، عربی بلاغت، ترجمہ وتفسیر قرآن، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد اور قدیم وجدید علم کلام کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے، چونکہ خاص طور پر اصول فقہ اور کلام کے دقیق مسائل سمجھنے کے لیے منطق اور فلسفہ کو سمجھنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے منطق اور قدیم وجدید فلسفہ کا تعارف بھی نصاب کا حصہ ہے۔ نیز بعض مضامین جن سے ایک عالم کو بحیثیت عالم اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے واقف ہونا ضروری یا مفید ہے، ان کو بھی تعارفی حیثیت میں داخل نصاب کیا گیا ہے ان میں جدید فلکیات (Astronomy) معیشت وتجارت اور تقابل ادیان کے مضامین شامل ہیں۔

یہ مختصراً وہ نصاب جو عالمیہ کے مرحلے تک تمام دینی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے اور جس کو سرکاری طور پر ایم اے عربی

و اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بڑے دینی مدارس نے مختلف مضامین میں تخصص (Specialization) کے درجات بھی قائم کیے ہوئے ہیں۔ بعض مدارس میں فقہ کا تخصص کرایا جاتا ہے جس کی مدتیں مختلف مدارس میں ایک سال سے تین سال تک ہوتی ہیں اور بعض مدارس میں اس تخصص کے ساتھ مختلف غیر ملکی زبانیں مثلاً انگریزی، فرانسیسی، جرمنی وغیرہ بھی پڑھائی جاتی ہیں تا کہ یہاں کے فارغ التحصیل دوسرے ملکوں میں خدمات انجام دے سکیں۔ لیکن تخصص کا یہ نظام ابھی وفاق کے تحت نہیں ہے بلکہ ہر مدرسہ اپنے طور پر اس کا انتظام کرتا ہے اس لیے یہ نظام ابھی معیار بندی (Standardization) کا محتاج ہے۔

وفاق کی طرف سے ایک مستقل نصاب کمیٹی مقرر ہے جو وقتاً فوقتاً نصاب کا جائزہ لے کر اس میں ترمیم و اضافہ کرتی رہتی ہے۔ تمام دینی مدارس میں نہ صرف تعلیم بالکل مفت ہے بلکہ دوسرے شہروں کے طلبا کے لیے رہائش بھی مفت ہے اور مستحق طلبا سے خوراک کی بھی کوئی قیمت نہیں لی جاتی اور پڑھنے کے لیے کتابیں بھی بلا معاوضہ مستعار دی جاتی ہیں یہ ہے دینی مدارس کا مختصر نظام، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ان اعتراضات اور تبصروں پر غور فرمائیے جو عام طور سے ان مدارس پر کیے جارہے ہیں۔ سب سے اہم تبصرہ جو دینی مدارس کے تقریباً تمام ناقدین ان پر کرتے ہیں، یہ ہے کہ ان مدارس میں مروجہ عصری علوم پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے، یہ صرف دینی تعلیم دیتے ہیں اور طلبا کو دنیوی علوم سے بالکل بے بہرہ رکھتے ہیں بعض حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان مدارس سے ڈاکٹر، انجینیر وغیرہ کیوں پیدا نہیں ہوتے؟

اس تنقید پر غور کرتے ہوئے پہلے یہ اصولی بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس وقت دنیا میں بہت سے علوم پھیلے ہوئے ہیں اور ایک شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بیک وقت ان تمام علوم کا ماہر ہو۔ یہ اختصاص (Specialization) کا دور ہے اور بہت سے ادارے صرف کسی ایک علم میں مہارت پیدا کرنے کے لیے قائم ہوتے ہیں، ان پر یہ اعتراض درست نہیں ہے کہ وہ دوسرے علوم میں مہارت کیوں پیدا نہیں کرتے۔ ایک میڈیکل کالج طب کی خصوصی تعلیم دیتا ہے تو اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ وہ انجینیرنگ کیوں نہیں سکھاتا؟ ایک لا کالج میں اگر قانون کی خصوصی تعلیم ہوتی ہے تو اس پر کوئی بھی معقول شخص یہ اعتراض نہیں اٹھاتا کہ اس کالج سے ڈاکٹر کیوں پیدا نہیں ہو رہے؟ اسی طرح اگر دینی مدارس صرف اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم دیتے ہیں تو ان پر اس اعتراض میں کوئی معقولیت نہیں ہے کہ یہاں سے ڈاکٹر اور انجنیر کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ صحیح بات یہ ہے کہ ایک حد تک تمام وہ مضامین پڑھانے کے بعد جن کی ہر پڑھے لکھے آدمی کو ضرورت ہوتی ہے، اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ طالب علم اپنی ایک خصوصی لائن مقرر کرکے اس لائن میں مہارت پیدا کرے۔ دنیا بھر میں یہی ہو رہا ہے کہ میٹرک یا اولیول کی سطح تک ضروری مضامین سب مشترک طور پر پڑھتے ہیں، اس کے بعد آرٹس، سائنس، کامرس، میڈیکل یا انجینیرنگ وغیرہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرکے اس کی خصوصی تعلیم حاصل کی جاتی ہے لہٰذا اگر دینی مدارس میٹرک کی سطح کے بعد صرف اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم دیتے ہیں تو اس حد تک کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اگر معقولیت کے ساتھ کوئی اعتراض ہوسکتا تھا تو وہ یہ تھا کہ یہ مدارس میٹرک کی سطح تک بھی وہ ضروری مضامین نہ پڑھائیں جو آج ہر پڑھے لکھے انسان کی ضرورت ہیں۔ یہ اعتراض بلاشبہ صحیح ہوتا، اگر ان دینی مدارس کو اس طرف توجہ نہ ہوتی۔ لیکن جب سے مدارس میں وفاقوں کا نظام جاری ہوا ہے یہ صورتحال تبدیل ہو چکی ہے اب وفاق نے تمام مدارس کے لیے جو نصاب اور نظام لازمی قرار دیدیا ہے اس کی تفصیل میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اس کی رو سے اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم شروع کرنے سے پہلے مدرسہ پر لازم ہے کہ وہ میٹرک کی سطح تک تمام مروجہ مضامین پڑھائے جن میں ریاضی، سائنس، جغرافیہ، تاریخ اور انگریزی زبان وغیرہ سب داخل ہیں اور اب بیشتر مدارس میں یہ نظام سالہا سال سے جاری ہے بلکہ ان مضامین میں بہت سے مدارس کا معیار تعلیم اگر مثالی نہیں تو عام سرکاری اسکولوں کے معیار سے یقیناً بدرجہا بہتر ہے۔ دینی مدارس کے اپنے اجتماعی نظام کے ذریعے جسے وفاق المدارس یا تنظیم المدارس کہا جاتا ہے اس رخ پر مسلسل پیشرفت ہو رہی ہے اور اس نظام میں جو بھی کمزوریاں پائی جاتی ہیں انہیں دور کرنے پر مسلسل کام ہو رہا ہے۔

دوسرا بڑا اعتراض جسے مغربی پروپیگنڈے نے عالمگیر بنادیا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ ان مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے اور یہ دہشت گردوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ دینی مدارس کے ذمہ داروں کی طرف سے بار بار یہ پیشکش کی گئی ہے کہ جس کسی کو مدارس کے بارے میں اس قسم کا شبہ ہو، اسے کھلی دعوت ہے کہ وہ مدرسوں کو آ کر خود دیکھے اور چاہے تو سراغ رسانی کے حساس ترین آلات استعمال کر کے پتہ لگائے کہ آیا کہیں ناجائز ہتھیاروں یا ان کی خفیہ تربیت کا کوئی نشان ملتا ہے؟ اگر کسی مدرسے کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہاں دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی ہے یا اس قسم کی کوئی کارروائی ہو رہی ہے تو اس کے خلاف مناسب کارروائی کا نہ صرف خیر مقدم کیا جائے گا بلکہ وفاقوں کے ذمہ دار حضرات بار بار یہ اعلان کر چکے ہیں کہ ہم خود بھی اس کارروائی میں تعاون کریں گے لیکن تین سال سے مدارس کے خلاف دہشت گردی کا پروپیگنڈہ جاری ہے اور سرکاری حلقوں سے بھی یہ مجمل بات کہی جاتی ہے کہ بعض مدرسوں میں دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی مدرسے کے خلاف یہ بات ثابت ہوئی ہے تو اس کا نام اور اس کی شناخت کیوں منظر عام پر نہیں لائی جاتی؟ اور بعض مدرسوں کا لفظ استعمال کر کے تمام دینی مدارس کو آخر کیوں مشکوک اور مطعون قرار دیا جا رہا ہے؟

صورتحال یہ ہے کہ اول تو ابھی تک کسی دینی مدرسے کے خلاف اس قسم کا کوئی الزام میری معلومات کی حد تک ثابت نہیں ہوسکا۔ چودھری شجاعت حسین صاحب کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے کہ انھوں نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دوران مدرسوں میں دہشت گردی کے الزام کی مکمل تحقیق کی اور مجھے کسی مدرسے میں دہشت گردی کی تربیت کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لیکن اگر فرض کریں کہ ہزار ہا دینی مدارس میں سے ایک دو مدرسوں کے بارے میں یہ الزام ثابت ہو جاتا ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس کی بنیاد پر تمام دینی مدارس کو دہشت گرد قرار دیدیا جائے؟ کیا دنیا بھر کے تعلیمی اداروں میں بعض اوقات کچھ جرائم پیشہ افراد داخل نہیں ہو جاتے؟ کیا اس کی بنا پر تمام تعلیمی اداروں کو جرائم پیشہ قرار دے دینا عقل وانصاف

کے کسی خانے میں فٹ ہو سکتا ہے؟

دینی مدارس کو دہشت گردی کی وارداتوں سے ہر قیمت پر منسلک کرنے کی تازہ ترین مثال لندن کے دھماکے ہیں۔ جن لوگوں کو اس دھماکے کا ذمہ دار قرار دیا جا رہا ہے انھوں نے کسی دینی مدرسے میں تعلیم نہیں پائی تھی، وہ برطانیہ ہی میں پلے بڑھے اور وہیں کے ماڈرن اداروں میں تعلیم پائی، ان میں سے صرف ایک کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی وقت مختصر عرصے کے لیے لاہور آیا تھا، اگر یہ بات درست ہو تب بھی یہ عجیب معاملہ ہے کہ جہاں اس نے پوری زندگی گزاری اسے چھوڑ کر پاکستان کے دینی مدارس کو اس لیے مطعون کیا جائے کہ وہ ایک مختصر وقت کے لیے یہاں آیا تھا۔ اسی واقعے کے پس منظر میں ہماری حکومت نے دینی مدارس میں باقاعدہ ویزا پر آئے ہوئے تمام غیر ملکی طلبا کے لیے اعلان کر دیا ہے کہ انہیں فوراً ملک چھوڑنا ہوگا۔ ان میں سے بہت سے طلبا وہ ہیں جو سالہا سال یہاں کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آئندہ مہینے اپنا آخری سال مکمل کر کے امتحان دینے والے ہیں، جس پر انہیں ڈگری ملنی ہے۔ لیکن فی الحال احکام یہ ہیں کہ انہیں اتنی بھی مہلت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنا امتحان دے سکیں اور اس طرح ان کی سالہا سال کی محنت اکارت کی جا رہی ہے۔ یہ سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان غیر ملکی طلبا کا تعلیم کے لیے پاکستان آنا ملک کے لیے ایک اعزاز ہے اور یہ اپنے اپنے ملکوں میں واپس جا کر قومی مسائل میں ہمارے ملک کے لیے غمخواری میں کسر نہیں چھوڑتے۔ ان کے لیے پاکستان کے دروازے بند کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اب پاکستان کے بجائے ہندوستان کا رخ کریں گے اور ایسی اطلاعات مل رہی ہیں کہ جو والدین اپنی اولادت کو دینی تعلیم و تربیت دلانا چاہتے ہیں وہ اب انہیں بھارت بھیجنے کے انتظامات سوچ رہے ہیں۔ ان حالات میں سوال یہ ہے کہ کیا یہ ناگہانی فیصلہ ملک کے مفاد میں ہے؟ اگر کسی خاص شخص کے بارے میں کوئی الزام ہے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا، وہ کارروائی ضرور کیجیے اور مدارس پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ وہ اس میں حکومت کے ساتھ پورا تعاون کریں گے لیکن سارے مدارس کے تمام غیر ملکی طلبا کو ایک سانس میں دیس سے نکالا دے دینا معقولیت اور انصاف کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتا۔

☆☆☆

صدقہ، ستر مصیبتوں کا علاج

حضرت ابن ابی الجعد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صدقہ وخیرات ستر آنے والی مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسا دانہ جانتا ہوں جو دنیوی پہاڑ کے برابر ہے، وہ دانہ اللہ کی رضا کے لیے کیے جانے والے صدقے کا ہے جو اللہ کے نزدیک پہاڑ کے برابر ہے۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ محتاج اور فقیر کو صدقہ دیتے وقت جو شخص اپنے کو فقیر سے زیادہ اجر وثواب کا مستحق نہیں سمجھتا اس کا صدقہ وخیرات قبول نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ وخیرات صدقہ کرنے والے کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔ ﴿المستطرف للابشیہی﴾

(مراسلہ: ابوتمیم محمد یوسف رانا)